بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکوے ہوں گے ہزار صاحب سے
ہو گیا ہم کو پیار صاحب سے

صاحب

حسن عباسی

صاحب

(حمدیہ مجموعہ)

حسن عباسی

نستعلیق مطبوعات

F-3 الفیروز سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
0300-4489310 / 03331-4489310
E-mail: nastalique786@gmail.com

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝

القران

جملہ حقوق بحق شاعر محفوظ ہیں

نام کتاب	صاحب
شاعر	حسن عباسی
سرورق	احسن گرافکس
بار اوّل	جنوری 2018
کمپوزنگ	زرناب کمپوزنگ سنٹر، لاہور
مطبع	حاجی حنیف پرنٹنگ پریس، لاہور
قیمت	300 روپے

خوبصورت اور معیاری کتاب کی اشاعت کے لیے رابطہ کریں

نستعلیق مطبوعات

F-3 الفیروز سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
0300-4489310 / 03331-4489310
E-mail: nastalique786@gmail.com

صاحب

- پاویں گا دیدار صاحب دا — بشریٰ رحمن — 13
- خدا کے حضور نیا گیت — نذیر قیصر — 16
- صاحب — ایوب خاور — 18
- حسن عباسی کا حمدیہ کلام ''صاحب'' — لطیف ساحل — 20
- منفرد حمدیہ مجموعہ ''صاحب'' — لبنیٰ صفدر — 26
- دل پہ کوئی بھی تھاپ ہے صاحب
آپ ہی کا الاپ ہے صاحب — 29
- چاہے موسم خراب ہے صاحب
جاب تو پھر بھی جاب ہے صاحب — 31
- وہ عدو ہے کہ یار صاحب کا
ہر کوئی زیر بار صاحب کا — 33
- دیکھو پھر سے ٹوٹا تارا صاحب کا
لیکن سمجھے کون اشارا صاحب کا — 35
- سب نے دیکھا مکان صاحب کا
میں نے دیکھا جہان صاحب کا — 37

- دیکھ تو اہتمام صاحب کا
بادلوں میں ہے نام صاحب کا — 39
- شکوے ہوں گے ہزار صاحب سے
ہو گیا ہم کو پیار صاحب سے — 41
- بات ہے اور خاص ہے صاحب
پر کوئی آس پاس ہے صاحب — 43
- گھر کا حال برا ہے صاحب
آخر یہ سب کیا ہے صاحب — 45
- آپ کا جو نخرہ ہے صاحب
آپ کو ہی زیبا ہے صاحب — 47
- ہیں کیا عروج و زوال صاحب
کہانی تو ہے کمال صاحب — 49
- ہے سیدھا چلنا محال صاحب
ازل سے ٹیڑھی ہے چال صاحب — 51
- ہوا ہے حاضر غلام صاحب
قبول کیجے سلام صاحب — 53
- اگر اجازت ہو لکھ کے بھیجیں
کبھی ہم اپنا پیام صاحب — 55
- ہمارے ہاتھوں سے ہوگا کب تک
ہمارا ہی قتل عام صاحب — 57

- غضب کی چلتے ہو چالیں صاحب — 59
  ہم اپنے مہرے اُٹھالیں صاحب
- سمجھ سے اپنی ہے بالا صاحب — 61
  تمہارا دفتر نرالا صاحب
- نجانے کیا ہے ملال صاحب — 63
  ازل سے آنکھیں ہیں لال صاحب
- عجیب دنیا بنائی صاحب — 65
  سمجھ کسی کے نہ آئی صاحب
- یہ زندگی ہے کہ کھائی صاحب — 67
  پکڑ کے رکھنا کلائی صاحب
- جب بھی دیکھیں دفتر میں بیٹھے ہیں صاحب — 69
  اور مسلسل کام کیے جاتے ہیں صاحب
- آپ کے ساتھ ہماری بات بنے گی کیسے — 71
  رقیب پہلے دن سے ہی ساجھے ہیں صاحب
- اُس میں کیسی ہوتی ہے بیزاری صاحب — 73
  مچھلی کیوں پھرتی ہے ماری ماری صاحب
- اُس پر رندے چلتے ہیں یا آری صاحب — 75
  لکڑی کتنی ہوتی ہے بے چاری صاحب
- حمد کیا کرتے ہیں باری باری صاحب — 77
  کالے تیتر سے ہے اپنی یاری صاحب

- گلی سے اپنی گزار صاحب — 79
  چکانے ہیں کچھ اُدھار صاحب
- نہ پاس دنیا نہ دین ہے صاحب — 81
  نصیب اچھا نہیں ہے صاحب
- دور ہوئی جاتی ہے ہر اک دوری صاحب — 83
  کھینچ رہی ہے کوئی طاقت نوری صاحب
- مارا کرتے ہیں جب آپ کبوتر صاحب — 85
  کیوں بلی کا نام آتا ہے لب پر صاحب
- کس نے ٹیپ لگا دی میرے منہ پر صاحب — 87
  اور کرسی سے باندھ دیا ہے کس کر صاحب
- صاف نہیں دِکھتا ہے کوئی منظر صاحب — 89
  دھول اُڑا کرتی ہے اندر باہر صاحب
- آپ کے گھر میں پڑھتے ہیں جو بچے صاحب — 91
  کن ماؤں کے ہوتے ہیں وہ بیٹے صاحب
- دیواروں پر پھیل گئی ہیں بیلیں صاحب — 93
  اچھا آپ آتے ہیں آئیں صاحب
- پتہ چلتا نہیں ہے مجھ کو صبح و شام کا صاحب — 95
  نشہ کرنے لگا ہوں میں تمہارے نام کا صاحب
- کیسے دیکھوں جا کر بنگلہ صاحب کا — 97
  چاروں جانب سے ہے جنگلہ صاحب کا

✧ جن رنگوں میں دیکھی دنیا صاحب کی اُن رنگوں میں کی ہے پوجا صاحب کی	99
✧ میرے شانے پر ہے بازو صاحب کا پہلے دن سے ہوں میں چھوٹو صاحب کا	101
✧ جان دینا تو کھیل ہے صاحب آپ کے سر کی ویل ہے صاحب	103
✧ اتنے مشکل کیوں کرتے ہو میسج صاحب آخر کتنا رکھتا ہوں میں نالج صاحب	105
✧ درگزر کی اپیل ہے صاحب اشک میرا وکیل ہے صاحب	107
✧ کیسی چیخ و پکار ہے صاحب مجھ میں صوتِ ہزار ہے صاحب	109
✧ روز آتے ہیں یہاں بھونچال، صاحب بے نیاز کس سے جا کر میں کہوں احوال، صاحب بے نیاز	111
✧ بارشوں میں بھیگتا ہے مال، صاحب بے نیاز ڈالتا ہوں آ کے میں ترپال، صاحب بے نیاز	113
✧ گود جب سے بھری ہے صاحب جی کھوٹی قسمت کھری ہے صاحب جی	115
✧ اشک ہیں اور کرن ہے صاحب جی آپ کی انجمن ہے صاحب جی	117

✧ پاس کر دیں رعایتی صاحب فیل ہو جائیں گے سبھی صاحب	119
✧ اس قدر آپ ہیں سخی صاحب ہو گیا ہوں میں لالچی صاحب	121
✧ پی کے وحدت کی بھنگ صاحب جی ہو گیا ہوں ملنگ صاحب جی	123
✧ بات دیوار پر لکھی صاحب آپ نے کیوں نہیں پڑھی صاحب	125
✧ میرا سائیں میرا صاحب	127

پاویں گا دیدار صاحب دا

بشریٰ رحمٰن

عشق تو بس ایک ہی ہے۔''صاحب'' کا عشق۔

جسے نصیب ہو وہ صاحب دل بن جاتا ہے۔صاحب حال اور صاحب قال ہو جاتا ہے۔

حسن عباسی ایک صاحب حال شاعر ہے۔اسکی شاعری روح کے سفر کی شاعری ہے۔ اندر کی آنکھ کے بھید بھرے بھاؤ کی چشم دید گواہ ہے۔

حسن مبتلائے ''صاحب'' ہے۔اور عشق کی اس انوکھی رمز کو بیان کرنے کے لئے وہ ادراک و عرفان کے گھنے جنگلوں میں قلم کا اکتارا پکڑ کے پا پیادہ نکل جاتا ہے..... صبح کی ملاحتیں، دوپہر کی حدتیں، رات کی معرفتیں سب اس کو سلیقہ سکھانے لگتی ہیں.....وہ اس بھید کو کھولنے کے لئے منفرد قسم کی ڈکشن استعمال کرتا ہے۔نئی اصطلاحات وضع کرتا ہے۔جدید تر تماثیل کا ہاتھ پکڑتا ہے۔حرفِ مدعا کو نطق کے سارے گہنے پہنا دیتا ہے۔مگر آتش شوق ہے کہ بھڑکتی ہی جاتی ہے۔بیقراری ہے کہ بڑھتی ہی جاتی ہے.....اس کے ذکر و فکر کے الاؤ خود بولنے لگتے ہیں۔وجود اور الوجود کے درمیان کشمکش سی ہونے لگتی ہے۔مکاں سے آگے لامکاں کی گرہیں.....بڑھتی چلی جاتی ہیں.....وہ کون ہے۔جو ساری کائنات پر محیط ہے.....محرم فضائے بسیط ہے۔ذرہ ذرہ جس کا ذکر کرتا ہے۔بوٹا بوٹا جس کے آگے سرنگوں

ہے۔سانس کی لہروں سے گذر کر آنکھ کی کشتی میں آجاتا ہے۔

مخاطب بھی ہے۔خطیب بھی ہے۔

دل بھی ہے دلنشیں بھی۔

دھڑکن بھی ہے اور دھڑکنے کا موجب بھی!

سب کچھ اپنے اندر دکھنے لگ جاتا ہے
آنکھیں ہو جاتی ہیں غیر ضروری صاحب

نعتیہ شاعری میں اس سے پہلے برصغیر کے صوفیائے کرام نے بلکہ عربی اور فارسی کے صوفی شاعروں نے بھی صاحب کی اصطلاح کو معنوی اور لغوی اعتبار سے سجا اور بنا کر پیش کیا ہے۔

صاحب تاج والمعراج.....صاحب الرواءِ والحیاءِ.....یا مصدق یا ناطق یا صاحب.....یا صاحب الجمال و یا صاحب الکمال.....

صوفیائے کرام نے عشق کو لباس مجاز سے لے کر حقیقت منتظر تک صنفِ سخن کے مختلف آہنگ اور رنگ میں بیان کیا ہے۔ان کے عشق کی انتہاؤں میں یا شاعرانہ طرز کلام میں معمولاتِ زندگی رموز بندگی کی صورت میں جھلکتی نظر آتی ہیں.....

حسن عباسی نے بھی جدید ترین زندگی کے معمولات کے اندر ایک نئی ڈکشن اور ایک نئی طرح اور طرز استعمال کی ہے۔یعنی حسن عباسی اس طبقے کا پیرو کار ہے جو کہتا ہے.....

''ہمہ از اوست''

سو صاحب کا جلوہ اسے ہر جا، ہر آن، ہر صورت اور ہر منظر میں دکھائی دیتا ہے۔\ دل کی رحل پر رکھا ہوا چہرہ عشق کی آنکھ سے اوجھل ہی نہیں ہوتا۔ایک ابدی واُلوہی احساس کی طرح رگ جاں میں بسا رہتا ہے.....اس لئے تو وہ کہتا ہے:

کیسے خود کو دکھائی دیتا میں

ہر جگہ تھا قیام صاحب کا!

عجب لگن ہے.....عجب چبھن ہے.....عجب تکرار ہے.....عجب اضطرار ہے.....

حسن کے پاس آنکھ صوفی کی ہے، قلم شاعر کا ہے اور دِل عاشق کا.....

بقول شاہ حسین:

پاویں گا دیدار صاحب دا

ہور وی نیواں ہو فقیرا!

خدا کے حضور نیا گیت

نذیر قیصر

فرید الدین عطار کی منطق الطیر کے قصے میں پرندے اپنے بادشاہ کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ بڑی جدو جہد کشمکش کے بعد وہ یہ دریافت کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ بادشاہ تو اُن کے باطن میں ہے۔

حسن عباسی نے اپنے شعری سفر میں سائیں سے صاحب تک جس بادشاہ کی تلاش کی ہے وہ ان کے باطن میں پرندے کی طرح پھڑ پھڑانے لگا ہے۔ آدمی جیسا خود ہوتا ہے اُس کا خدا بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ حسن عباسی نے اپنے خدا کو اپنے خوابوں کے خدوخال میں تراشا ہے۔

قبائلی خداؤں سے واحد خدا کے تصور تک آدمی نے خدا کے پیکر کو ہمیشہ اپنی سہولت کے مطابق تراشا ہے۔

حسن عباسی نے خوبصورت شاعری کی ہے اور اس شاعری کے باطن اور چوگرد خوبصورتی کا حاشیہ لگایا ہے۔ یہی خوبصورتی کا حاشیہ سائیں اور صاحب کے گرد بھی جھلملاتا ہے۔

انسانی فکر کے بنیادی سوال یہ ہیں کہ میں کیا ہوں؟ خدا کیا ہے؟ اور کائنات کیا ہے؟ نئی فکر اور نئی شاعری ان بنیادی سوالوں کے روایتی اور رسمی جوابوں سے مطمئن ہونے کی

بجائے نئے جوابات کی جستجو میں ہے اور حسن عباسی نے صاحب میں نئے جوابات تلاش کر لیے ہیں۔

صاحب کی شاعری میں خدا حاکم نہیں دوست ہے۔خدا بادشاہ نہیں بزرگِ برتر اور صوفی ہے اور مولانا روم کی زبان میں خدا پیالہ نہیں پانی ہے۔

اور پانی کا رنگ اور ذائقہ کس نے دریافت کیا ہے۔

حسن عباسی نے خدا سے جو نیا رشتہ استوار کیا ہے اسی رشتے میں نئے انسان کی نجات ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم مذہبی ہیں ہمیں مذہبی نہیں روحانی ہونا چاہیے۔جس طرح محبت کرنا ہی عبادت کرنا ہے اسی طرح روحانی ہوئے بغیر مذہب کے دروازے میں داخل ہونا ناممکن ہے۔

حسن عباسی ایک سچے شاعر ہیں اور سچا شاعر صوفی ہوتا ہے جو زمینوں اور آسمانوں کے درمیان پرندے کی طرح سفارت کاری کرتا ہے۔

حسن عباسی نے ”صاحب“ میں خدا، انسان اور کائنات کے درمیان ٹوٹے ہوئے رشتوں کو نئے اسلوب اور نئی زبان سے جوڑا ہے۔حضرت داؤد رسول ہونے کے ساتھ شاعر اور گائیک بھی تھے۔انہوں نے اپنے ایک زبور کی ابتدا ان لفظوں میں کی ہے ”خداوند کے حضور نیا گیت گاؤ“

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا بھی پرانے گیتوں کی بجائے نیا گیت پسند کرتا ہے۔

حسن عباسی کی ”صاحب“ بھی خدا کے حضور ایک نیا گیت ہے جو خدا کو بھی پسند آئے گا۔

صاحب

ایوب خاور

مگر یہ حمدیہ شاعری کا مجموعہ جو مجھے بھائی حسن عباسی کی طرف سے موصول ہوا ہے اس نے مجھے فرصت کی پہلی نظر ہی میں چونکا دیا۔اس پر بات کرنے سے پہلے میں اس حقیقت کا اعتراف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حسن عباسی نہ صرف زبان و بیان اور تکنیک کی اعتبار سے اور مختلف النوع موضوعات کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں بلکہ ایک محبت آمیز شخصیت کے اعتبار سے بھی ہم سب کے ہر دل عزیز بھی ہیں اور قابل قدر بھی۔اب جو یہ ان کا حمدیہ مجموعہ میرے سامنے آیا ہے تو سب سے پہلے اس کے ٹائٹل نے مجھے ایک زوردار دھچکا پہنچایا۔”صاحب“ مگر یہ کسی صاحب افتخار کا لقب ہونا چاہیے۔کچھ توقف کے بعد میں نے اگلے صفحات کو دیکھنا شروع کیا تو کچھ شعر ان صفحات کے میرے سامنے براہ راست دمکنے لگے۔

آپ جب اس کے ہیں ہدایت کار
کیوں محبت فلاپ ہے صاحب

....

میں نہیں ہوں کہیں نہیں ہوں میں
آپ ہی آپ، آپ ہے صاحب

....

اُس کا نعم البدل کوئی رکھتے
دل کی نعمت عذاب ہے صاحب
ایک صندوق موتیوں سے بھرا
جب بھی کھولا انار صاحب کا
بے قراری ہے کائنات میں کیوں
کس نے لوٹا قرار صاحب کا

پتہ چلا ''صاحب'' صرف کتاب کا عنوان ہی نہیں ساری کی ساری حمدوں کی ردیف بھی ہے۔اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔اللہ نے قرآن پاک میں واضح کر دیا کہ میں نے انسان کو ایک بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے۔صوفیاء کرام نے تشریح کر دی کہ رب انسان کے اندر ہے۔دنیاوی طور پر دیکھا جائے خاص طور پر ہندوستان پاکستان میں تو ہر غریب کا مالک اس کا یا تو کوئی امیر ہے یا اس کا باس۔محاوراتاً یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ مالک ہے۔ملازم اپنے افسر اعلیٰ کو مالک کہتا رہا ہے۔

اور ہم دن میں کئی مرتبہ عقیدتاً اپنے عجز و انکسار کا اظہار کرنے کے لیے کہتے ہیں اللہ مالک ہے اور صاحب کا لفظ انگریز سرکار کے زمانے میں ہم غریبوں کے ہونٹوں سے چپک گیا۔تو جب ہمارے ذہنوں پر حکومت کرنے والی طاقت صاحب بہادر ہو سکتی ہے تو جس کے قبضے میں ہماری جان ہے وہ ہمارا صاحب کیوں نہیں ہو سکتا۔جس نے ہمیں پیدا کیا اور ہمیں قیامت کے روز دوبارہ زندہ کرنے کا وعدہ کیا اور اس پر ہمارا ایمان ہے۔

چنانچہ دوستو میں تو اس حمدیہ مجموعے پر مرمٹا ہوں۔کیونکہ ''صاحب'' میں خود ایک ایسی جدت ہے جو کم از کم میں نے کسی حمدیہ مجموعہ میں نہ دیکھی نہ پڑھی۔

بھائی حسن عباسی آپ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ حمد کے میدان عمل میں آپ ایک بالکل الگ طرح سے خیمہ زن ہوئے ہیں۔

حسن عباسی کا حمدیہ کلام ''صاحب''

لطیف ساحل

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ادراک اور احساس، انسانی ذہن کی معراج ہے۔اس مذہبی فریضے میں انسان کی جبلت کا یقین کی حد تک دخل اور تعلق ہے۔اپنے خالق سے، اُس کے تخلیقی کرشمے کو سامنے رکھتے ہوئے، مخاطب ہونا کائنات کا سب سے بڑا اعزاز ہے جو شاعر اور غیر شاعر بلا امتیاز حاصل کر سکا ہے لیکن شاعر کی انفرادیت اور خوش بختی اس امر میں ہے کہ وہ اظہار کے قرینے سے بھی باوصف ہوتا ہے۔کائنات کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ''کلام'' کی تخلیق، جو کہ قرآنِ مجید کی صورت میں رو پذیر ہے، اُسے ذہن انسانی تک رسائی کا بہترین راستا فراہم کرتی ہے۔الفاظ کے وسیلے کی مناسبت سے تخلیقی ذہن اُسی کی ہستی پائیدار سے مزید مربوط اور محکم ہو جاتا ہے۔

''کلام'' کی اسی ہم آہنگی کے باعث حسن عباسی کو استفہامیہ انداز میں لکھنا پڑتا ہے کہ

سب ہی چوم کے رکھ دیتے ہیں
آپ نے کیا لکھا ہے صاحب

حسن عباسی کے کلام میں ارتقائی عرفان کے مراحل طے ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

''صاحب''، حسن عباسی کے حمدیہ کلام کا دوسرا مجموعہ ہے۔اس سے قبل اُن کا حمدیہ کلام ''سائیں'' احبابِ علم و دانش کو نظر نواز کیا جا چکا ہے۔''سائیں'' اللہ تعالیٰ کی ذاتِ با اقتدار کا استعارہ ہے اور ''صاحب'' اُس کے حسن و جمال کی تمثیل اور اُس کی رحمت ِ بابرکات کا کنایہ۔''سائیں'' میں

سائل اور آقا کے درمیاں جو فاصلہ اور دوری تھی، ''صاحب'' نے اُس فاصلے اور دوری کو کم کیا ہے۔ جب سائیں، مہربان ہو جاتا ہے تو پھر وہ سائل کو سائل نہیں رہنے دیتا، اپنی مصاحبت میں لے آتا ہے اور اپنے مصاحبوں میں شامل کر لیتا ہے۔ ''سائیں'' اور ''صاحب'' کے ورود کی یہ ترتیب، معلوم نہیں کہ حسن عباسی کی شعوری کوشش ہے یا الہامی لیکن جیسا کہ میں حسن عباسی کو بطور شاعر جانتا اور ادراک میں لاتا ہوں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود لاشعور کا انسان ہے اور اُس کی شاعری بھی اظہار کے پیرائے اور انداز کے قرینے اپنے ساتھ لے کر آئی ہے۔ جہاں تک اُس کی ذات کا تعلق ہے وہ مسلسل اور ان تھک کوششوں سے بغیر کسی سہارے کے آگے بڑھا ہے اور اس کی شاعری نے بھی اس کی ذات کی پیروی کی ہے اور اس کی قدموں کے نشانوں پر قدم رکھ کر آگے بڑھی ہے۔

حمدیہ کلام جس آفاقیت کا تقاضا کرتا ہے اردو کے بہت کم شعرا نے اُسے حاصل کیا ہے اور اس مقامِ مشکل تک پہنچے ہیں۔ اس کے کچھ کچھ اشارے تو ہمیں میر کی غزلوں میں مل جاتے ہیں لیکن جو سب سے بڑا شاعر اس میدان میں ہمیں نظر آتا ہے وہ اقبال ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری میں غزل کے لب و لہجے کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا اور غزل میں کیسے کیسے کمال کے حمدیہ اشعار لکھے:

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر
ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر

....

تو ہے محیط بے کراں، میں ہوں ذرا سی آبجو
یا مجھے ہمکنار کر، یا مجھے بے کنار کر

اقبال کی اس شاعرانہ عظمت کے باوجود جب ''نوبل پرائز'' کے لیے نام تجویز ہوا تو مقابلے میں ٹیگور جیسا شاعر تھا جس کی پوری شاعری حمدیہ نغمہ اور سرمدی گیت تھی۔ اقبال اور ٹیگور، مشرق کے شاعر ہوتے ہوئے مغرب کے باسیوں کے لیے شاعری میں حمدیہ آہنگ

ہی کی وجہ سے معتبر اور بے مثال تھے۔ رابندرناتھ ٹیگور کے مشہور مجموعہ نظم ''گیتان جلی'' کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے مولانا ابوالمعانی نیاز فتح پوری، مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''سچ ہے کہ خدا جب اپنی کسی قوت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو وہ ایک بیدار دماغ، ایک ہوش مند طبیعت کو منتخب کر کے اسے مظہر فیضان قرار دیتا ہے۔''

حمدیہ شاعری کے اس الہامی اظہار کے سلسلے میں، میں مولانا نیاز فتح پوری سے مکمل اتفاق رائے رکھتا ہوں اور حسن عباسی کا حمدیہ کلام پڑھتے ہوئے میں اس تاثر سے باہر نہیں نکل پاتا کہ اُس کی ہوش مند طبیعت کو ایسے کلام کے اظہار کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ ٹیگور کی پہلی نظم کی پہلی لائن کا ترجمہ تین مختلف مترجم یوں کرتے ہیں:

تو نے مجھے لامحدود بنایا ہے۔ (ترجمہ: فراق گورکھ پوری)
تو نے مجھے غیر متناہی بنا دیا۔ (ترجمہ: مولانا نیاز فتح پوری)
تو نے مجھے امر بنا دیا۔ (ترجمہ: نامعلوم)

کچھ بھی کہہ لیں، جیسے بھی کہہ لیں، اصل تخلیق کے الفاظ مترادفات ملیں نہ ملیں لیکن اظہار کی شادابی گم نہیں ہوتی۔ حمدیہ کلام کا یہی وصف ہے کہ یہ دلوں میں اُتر جاتا ہے۔

اب جو حسن عباسی نے ''صاحب'' سے کلام کیا ہے تو طبیعت شاداب، دل آباد اور دماغ روشن ہو گیا ہے۔ صاحب تو صاحب ہے اس میں انا بھی ہے ادا بھی، حسن بھی، دلربائی بھی اور اپنائیت بھی۔ حسن عباسی 'اپنے صاحب' کی تمام اداؤں سے بخوبی واقف ہے۔ جب وہ اپنی ''انا'' میں ہوتا ہے تو حسن عباسی صاحب کا لفظ کسی اور انداز سے (عاجزانہ طور پر) ادا کرتا ہے تا کہ اُس کی ''انا'' کا بھرم رہے وہ کہتا ہے:

میں نہیں ہوں کہیں نہیں ہوں میں
آپ ہی آپ، آپ ہے صاحب

اپنی ذات کی نفی اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے اثبات کا عمل جا بجا اُس کی شاعری میں نظر آتا ہے۔

میں تو اپنا اسے سمجھتا تھا
اشک ہے ترجمان صاحب کا
وہ عدو ہو کہ یار صاحب کا
ہر کوئی زیر بار صاحب کا

حسن عباسی کی عاجزانہ التجائیں، صاحب کو، قبول ہوتی ہیں اور اس طرح حسن عباسی ’’صاحب‘‘ کی اداؤں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے شاعر کی آشنائی کا عمل، احساسِ حسن کا بھرپور احساس لیے ہوئے ہے۔ اسی احساسِ حسن سے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا ظہور، شاعر کے خوبصورت کلام کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

چاند ہے یا فلک کے ماتھے پر
پڑ گیا ہے نشان صاحب کا

....

شکوے ہوں گے ہزار صاحب سے
ہو گیا ہم کو پیار صاحب سے

حسن عباسی اپنے ’’صاحب‘‘ کو اپنے حالات سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ اُس کے حالات چاہے وہ دل کے معاملات کے بارے میں ہوں، سوچ کے بارے میں ہوں یا دنیا کے بارے میں وہ عام انسانوں سے مختلف ہیں۔ وہ ’’اپنے صاحب‘‘ کو بتانا چاہتا ہے کہ وہ عام انسانوں سے مختلف انسان ہے اور دکھ کی بات یہ ہے کہ اسے عام انسانوں کی طرح ان کے درمیان رہنا پڑ رہا ہے۔

پاس میرے عمل نہیں کوئی
ہاں مگر ایک خواب ہے صاحب

....

اس کا نعم البدل کوئی رکھتے
دل کی نعمت عذاب ہے صاحب

کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جو وہ ’’اپنے صاحب‘‘ پر منکشف کرنا چاہتا ہے اور بتانا چاہتا ہے کہ جو راز تم نے سب سے چھپا کر رکھا ہوا تھا وہ مجھ پر ظاہر ہو گیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

میں نے شعلے کو چھو کے دیکھا ہے
اُس کے اندر گلاب ہے صاحب

....

پھول نکلا ہے میری اُنگلی سے
جب بھی توڑا ہے خار صاحب کا

....

ایک صندوق موتیوں سے بھرا
جب بھی کھولا انار صاحب کا

....

آنکھ اس کو پہن نہیں سکتی
اشک کا اور ناپ ہے صاحب

کبھی کبھی وہ ’’صاحب‘‘ سے رنجیدگی میں بھی مخاطب ہوتا ہے۔ وہ ایک لاڈلے بچے کی طرح اپنے آقا ’’اپنے صاحب‘‘ کی توجہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اُس کی یہ خفگی، ظاہری خفگی ہے۔ بس وہ ’’صاحب‘‘ کی ہمدردی چاہتا ہے۔ اُس کی ’’طنز‘‘ کے اندر بھی ایک التجا ہے۔

بن پیئے میں نشے میں رہتا ہوں
کیا یہ نعمت بھی پاپ ہے صاحب

....

باپ بیٹے کا درد کیا جانے

نہ ہی بیٹا، نہ باپ ہے صاحب

حسن عباسی کے اس حمدیہ کلام میں الفاظ کی دروبست بھی نویکلی ہے اور الفاظ بھی منفرد ہیں۔ اس ایک زاویے سے دیکھا جائے تو اس نے اردو زبان کی تشکیل جدید کی کوشش کی ہے اور اپنے شعری میلان سے شاعری میں ایسے الفاظ کا اضافہ کیا ہے جو تغزل سے دور تھے لیکن اب تغزل کے قریب تر آ گئے ہیں:

واپسی کا کبھی نہیں سوچا

چل رہا ہے اُدھار صاحب سے

....

ایک لڑکی نے جوڑا ہے میرا

سلسلۂ خمار صاحب سے

....

آپ جب اس کے ہیں ہدایت کار

کیوں محبت فلاپ ہے صاحب

حسن عباسی کی حمدیہ شاعری پڑھتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی مصاحبت راس آ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے کلام کو قبولیت کے شرف سے نوازا ہے۔ قبولیت کا نشہ ہی ہے جو اسے سرمست کیے جا رہا ہے۔

خود پہ ایمان کیوں نہ لاؤں میں

میرے اندر کتاب ہے صاحب

منفرد حمدیہ مجموعہ ''صاحب''

لبنیٰ صفدر

یوں تو ساٹھ کی دہائی میں زمین، تہذیب، سماج، انسان اور اُس کے باطنی وخارجی مسائل کے تال میل سے ادب میں نئے اظہاریے نمو پانے لگے۔ انہی رویوں کے متوازی نئی لسانی تشکیلات اور نئی شاعری کا مربوط تجربہ اس نئی شعری روایت کی طرف سفر کرتا نظر آتا ہے۔ موضوعات میں انسان اور خدا سے ربط بھی نمو پذیر ہوا جب ناصر کاظمی نے ''پہلی بارش'' لکھ کر حمد کے میدان میں نئے شعری تجربے کی بنیاد رکھی۔ روایتی حمد ونعت اُس سے پہلے اور اُس کے بعد بھی لکھی جاتی رہی لیکن ''پہلی بارش'' کے بعد نئی سطحوں کی تجسیم کے عمل سے گزرنے والے واحد شاعر ''حسن عباسی'' نظر آئے ہیں۔ ''سائیں'' ان کا پہلا حمدیہ مجموعہ ہے۔ ہر شعر آیات کے نزول کی طرح صفحۂ قرطاس پہ موتیوں کی مانند بکھرا ہوا نظر آتا ہے۔ استعاراتی علامتی اور تمثیلی بیان اتنے دلکش پیرائے میں بیان کیے ہیں کہ پوری کتاب ایک ہی نشست میں پڑھنے کی طلب ہوتی ہے۔ محبت اور شکوے کے کھٹے میٹھے ذائقے قاری کو خود اپنی زبان پر محسوس ہونے لگتے ہیں۔ نئے نکور صاف ستھرے الفاظ اپنے سحر میں جکڑ لیتے ہیں۔ حسن عباسی کی رومانوی شاعری کا عکس حمد میں بھی پوری طرح اُجاگر ہے۔ ان کی شاعری سے مستقل وابستگی ہی ان کا شعری عقیدہ اور ایمان ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں خصوصاً حمد میں جس تخلیقی معیار کا ثبوت دیا ہے ''صاحب'' اُن کے دوسرے حمدیہ مجموعہ میں یہ معیار فکر وفن کی انتہائی

بلندیوں کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔حسن عباسی نئی شاعری کے جذباتی وفکری کینوس کا محور ہے۔ انہوں نے فکر وسخن میں اپنا راستہ اور اپنا معیار سب سے جدا رکھا ہے۔قاری ’’صاحب‘‘ کو پڑھتے ہوئے کئی بار ضرور چونکے گا۔کیونکہ اس نئے حمدیہ مجموعے کا اجتماعی مظہر ذاتی تاثر یا تجربے کا محض تعین ہی نہیں بلکہ اس میں اجتماعی و آفاقی احساسات کے ساتھ ساتھ سماجی تضادات کے رنگ بھی بکھرے ہوئے ہیں۔

بقول افلاطون شاعر ایک الہامی قوت کا حامل ہوتا ہے۔حسن عباسی کی شاعری پوری کی پوری الہام ہے۔آیات کی مانند مصرعے ربط و تسلسل سے ان پر نازل ہوتے ہیں۔میں نے ’’صاحب‘‘ کی حمدیں اُن سے بارہا دفعہ سنی بھی ہیں اور پورا مسودہ پڑھا بھی ہے۔یقین مانئے پڑھتے اور سنتے وقت وجدیت محسوس ہوتی ہے۔جس نے لکھی اُس کے وجد کی کیفیت کا بیان بھلا کیسے کیا جا سکتا ہے۔فلپ سڈنی عظیم شاعری کے متعلق کہتا ہے ’’شاعری میں اختراع، خوش بیانی اور جذبہ انگیزی ہو۔‘‘ آپ ’’صاحب‘‘ پڑھیں گے آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا اختراع، خوش بیانی اور جذبہ انگیزی کے کیسے کیسے پھول اور پھول بھی انتہائی دلکش اور خوش رنگوں والے کھلے پڑے ہوئے ہیں۔حسن عباسی نے بہت سے شعرا کی طرح عام رستہ نہیں چنا بلکہ مشکل پسندی کا راستہ اختیار کیا ہے۔سنگلاخ زمینوں پر چلتے ہوئے وہ کتنی آسانی سے اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔’’صاحب‘‘ شاعری ہی نہیں بلکہ وہ اندازِ تکلم ہے جو براہِ راست اپنے خدا سے ہے۔تشبیہات کا نہایت عمدہ اور منفرد ذخیرہ ہے۔زمان ومکان کی پر پیچ اور دقیق بحث بھی ان کے ہاں موجود ہے۔

’’صاحب‘‘ جدید تر اُردو شاعری میں شاندار اضافہ ہے۔متنوع مضامین، رنگا رنگ کی باتیں اور مسائل، تشبیہات واستعارات کا برمحل استعمال شاعر کی اپنے فن پر مضبوط گرفت کی نشاندہی کرتی ہے۔

حسن عباسی کے کلام میں تازگی اور ندرت کا احساس ہوتا ہے۔پرانی باتوں کو نئے انداز میں بیان کرنا اُن کا خاصہ ہے۔لیکن بالکل اچھوتے اور نئے مضامین کو نئی زمینیں تراش کر اور نئی ترکیبیں اختراع کر کے پیش کرنا ان کے حد درجہ باصلاحیت ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔وہ صرف جمالیاتی احساسات تک ہی خود کو محدود نہیں کرتے بلکہ جگہ جگہ ان کے کلام میں عصری شعور بھی جلوہ گر ہے۔کہیں خدا سے ایک دم پر زور لہجے میں شکوہ کناں ہیں، کہیں ایک دم مدھم اور دھیمے انداز میں محبت کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔سرائیکی لب و لہجے کی مٹھاس ان کی باتوں میں تو ہے ہی اُن کی شاعری میں پوری طرح اپنا احساس کرواتی ہے۔سہل ممتنع میں کہے گئے بظاہر سادہ اشعار اپنے اندر معنی کا بیان لیے ہوئے ہیں۔پرت در پرت کھلنے پر نئے سے نئے معنی نظر اور سمجھ آنے لگتے ہیں۔زندگی کے تجربات اُسے احساس کی فراوانی عطا کرتے ہیں جنہیں حسن عباسی ’’سائیں‘‘ اور اب ’’صاحب‘‘ میں پوری طرح بروئے کار لایا ہے۔ اکثر مصرعے تیکھے لیکن فکر میں لپٹے ہوئے ہیں۔اُس کے من میں اللہ ہو کی جلنے والی لو ان مصرعوں میں تھرتھراتی نظر آتی ہے۔

’’سائیں‘‘ کے رنگ انتہائی دلکش تھے لیکن ’’صاحب‘‘ نے رنگوں کی اس قوسِ قزح کو مکمل کر دیا ہے۔شعر کہہ لینا اور عروض کا علم حاصل کر لینا بڑی بات نہیں بلکہ اصل چیز تو وہ تخیل ہے جس کی معجزہ نما بہشت تک رسائی ہر شاعر کی خوش نصیبی نہیں۔

کچھ عرصہ قبل حسن عباسی سے ’’صاحب‘‘ کی کچھ حمدیں سن کر اپنی کچھ غزلیں اسی ردیف میں لکھنے کی اجازت چاہی اگرچہ دونوں میں فرق عشق حقیقی اور عشق مجازی کا ہے۔میں انہیں کہا کرتی کہ آپ اپنے صاحب کے لیے لکھ رہے ہیں اور میں اپنے صاحب کے لیے۔

میں پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ حمد کی اس معراج تک پہنچنے کے لیے صدیاں نہیں تو سالوں ضرور درکار ہوں گے۔

دل پہ کوئی بھی تھاپ ہے صاحب
آپ ہی کا الاپ ہے صاحب

آپ کا اسم آخری منزل
اسم پہلا سٹاپ ہے صاحب

آپ جب اس کے ہیں ہدایت کار
کیوں محبت فلاپ ہے صاحب

باپ بیٹے کا درد کیا جانے
نہ ہی بیٹا نہ باپ ہے صاحب

آنکھ اس کو پہن نہیں سکتی
اشک کا اور ناپ ہے صاحب

بن پیئے جو نشے میں رہتا ہوں
کیا یہ نعمت بھی پاپ ہے صاحب

میں نہیں ہوں کہیں نہیں ہوں میں
آپ ہی آپ، آپ ہے صاحب

خواب میں کیوں بچھڑنا لکھا ہے
خواب میں کیوں ملاپ ہے صاحب

آئینے نے مجھے بتایا ہے
میرے اندر بھی بھاپ ہے صاحب

چاہے موسم خراب ہے صاحب
جاب تو پھر بھی جاب ہے صاحب

پاس میرے عمل نہیں کوئی
ہاں مگر ایک خواب ہے صاحب

خود پہ ایمان کیوں نہ لاؤں میں
میرے اندر کتاب ہے صاحب

اس کا نعم البدل کوئی رکھتے
دل کی نعمت عذاب ہے صاحب

امتحاں میں سوال اور ہیں کچھ
اور اپنا نصاب ہے صاحب

میں نے شعلے کو چھو کے دیکھا ہے
اُس کے اندر گلاب ہے صاحب

گر میں خود کو معاف کرتا ہوں
کوئی اس کا ثواب ہے صاحب

ہوش میں کوئی بات کیسے ہو
شاعری تو شراب ہے صاحب

وہ عدو ہے کہ یار صاحب کا
ہر کوئی زیر بار صاحب کا

ایک صندوق موتیوں سے بھرا
جب بھی کھولا انار صاحب کا

پھول نکلا ہے میرا اُنگلی سے
جب بھی توڑا ہے خار صاحب کا

بے قراری ہے کائنات میں کیوں
کس نے لوٹا قرار صاحب کا

لاوا آتش فشاں نے اُگلا ہے
کچھ تو نکلا غبار صاحب کا

آنسوؤں کی زباں ہے سرکاری
نام رو کر پکار صاحب کا

جتنا کر سکتا ہے تماشا کر
وقت اچھا گزار صاحب کا

دکھ سے اتنا بھرا ہوا ہوں میں
کیسے جھیلوں گا پیار صاحب کا

آخری جانے کون ہوتا ہے
میں ہوں پہلا شکار صاحب کا

دیکھو پھر سے ٹوٹا تارا صاحب کا
لیکن سمجھے کون اشارا صاحب کا

چیدہ چیدہ لوگ اُسے پڑھ سکتے ہیں
چھپتا ہے محدود شمارہ صاحب کا

میں نے اپنی آنکھیں غور سے دیکھی ہیں
اک ہے میرا ایک کنارا صاحب کا

ورنہ میری جانب کس نے دیکھنا تھا
میرے اندر ہے لشکارا صاحب کا

وہ تو ہم میں کچھ تفریق نہیں کرتا
ہم ہی کرتے ہیں بٹوارا صاحب کا

نیّت دیکھی جاتی ہے اور کام فقط
ہو سکتا ہے کوئی پیارا صاحب کا

ہم تو بن اُجرت کے دھندہ کرتے ہیں
مال ہوا کرتا ہے سارا صاحب کا

بُورا بورے بھر بھر لادا جاتا ہے
روز و شب چلتا ہے آرا صاحب کا

لکھا ہے تاریخ کے ہر اک صفحے پر
کر سکتا ہے کون خسارا صاحب کا

سب نے دیکھا مکان صاحب کا
میں نے دیکھا جہان صاحب کا

میں تو اپنا اسے سمجھتا تھا
اشک ہے ترجمان صاحب کا

آج لنگر کے پیسے جیب میں ہیں
آج ہوں میزبان صاحب کا

وہ ہی دل کو پسند آتا ہے
جو بھی کھلتا ہے تھان صاحب کا

پاس ہوں گے سفارشی اس میں
ہے کڑا امتحان صاحب کا

چاند ہے یا فلک کے ماتھے پر
پڑ گیا ہے نشان صاحب کا

کرنے پڑتے ہیں کام لوگوں کے
رکھنا پڑتا ہے دھیان صاحب کا

زیست کڑوی اُسے نہیں لگتی ہے
جس کے منہ میں ہو پان صاحب کا

دیکھ تو اہتمام صاحب کا
بادلوں میں ہے نام صاحب کا

جو محبت کی سمت آئے ہیں
اُن کو پہنچے سلام صاحب کا

اب تو خاموشی توڑ سکتا ہوں
سُن چکا ہوں کلام صاحب کا

فصل میں بھی اُگاتا ہوں لیکن
سب ہی لیتے ہیں نام صاحب کا

بہتے رہتے ہیں آنکھ سے آنسو
کرتا رہتا ہوں کام صاحب کا

میری اوقات سے زیادہ ہے
جو بھی ہے انتقام صاحب کا

سارا دن اُس کو ٹھیک کرتا ہوں
مال آتا ہے خام صاحب کا

میں اگر سانس کھینچ لیتا ہوں
پہیہ ہوتا ہے جام صاحب کا

کیسے خود کو دکھائی دیتا میں
ہر جگہ تھا قیام صاحب کا

○

شکوے ہوں گے ہزار صاحب سے
ہو گیا ہم کو پیار صاحب سے

واپسی کا کبھی نہیں سوچا
چل رہا ہے اُدھار صاحب سے

آئنہ جب بھی دیکھتا ہوں میں
نظریں ہوتی ہیں چار صاحب سے

جھولیاں بھر کے شاخ لاتی ہے
پھول صاحب سے خار صاحب سے

ایک دو تین کی تو بات نہیں
لے رہی ہے قطار صاحب سے

یونہی میدان میں اُتر آئے
جیت مانگی نہ ہار صاحب سے

ایک لڑکی نے جوڑا ہے میرا
سلسلۂ خمار صاحب سے

جب بھی آئے ہیں لے کے آئے ہیں
کوئی تازہ بخار صاحب سے

خُودکشی اجتماعی کا مطلب
اُٹھ گیا اعتبار صاحب سے

بات ہے اور خاص ہے صاحب
پر کوئی آس پاس ہے صاحب

حمد لکھ کر بھی کم نہیں ہوتی
مجھ میں کیسی بھڑاس ہے صاحب

اشک تاکید کے لیے ہو گا
آنکھ خود التماس ہے صاحب

شام آ کر مجھے بتاتی ہے
آج کتنا اُداس ہے صاحب

موت کے سارے رنگ دیکھے ہیں
یہ بھی کوئی لباس ہے صاحب

زیست کیسا شراب خانہ ہے
صرف ٹوٹا گلاس ہے صاحب

اس لیے میں دیے جلاتا ہوں
ہر لحہ ایک آس ہے صاحب

یہ زمیں ہے کہ جسم ہے کوئی
بال ہیں یا کہ گھاس ہے صاحب

گھر کا حال برا ہے صاحب
آخر یہ سب کیا ہے صاحب

آپ کے ہوتے ہم جیسوں پر
لاکھوں کا قرضہ ہے صاحب

خود آ کر نمٹا دو اک دن
روز کا ہی جھگڑا ہے صاحب

گنواتے سنواتے کیوں ہو
اپنا کیا خرچہ ہے صاحب

خود کو جب دیکھا ہے میں نے
آپ کو ہی دیکھا ہے صاحب

آپ کے گھر میں بچپن سے ہی
ہم کو ڈر لگتا ہے صاحب

آپ کے ہوتے دکھیاروں کو
کاہے کی چنتا ہے صاحب

آنکھوں کو ندیاں بخشے ہے
دل کا تو دریا ہے صاحب

سب کچھ تو اپنا جاتا ہے
آپ کا کیا جاتا ہے صاحب

آپ کا جو نخرہ ہے صاحب
آپ کو ہی زیبا ہے صاحب

یونہی چُپ رہتا ہے ورنہ
سب کی ہی سنتا ہے صاحب

سب ہی چوم کے رکھ دیتے ہیں
آپ نے کیا لکھا ہے صاحب

آپ کی باتیں کرتے رہنا
اپنا تو نشہ ہے صاحب

اک لڑکی اچھی لگتی ہے
آپ سے کیا پردہ ہے صاحب

سوچیں بھی تو کیا سوچیں
سوچیں بھی سُنتا ہے صاحب

آپ کے در پر آیا تھا میں
اس پر بھی تالا ہے صاحب

آدھی رات کو کیوں ملتے ہو
کاہے کا خطرہ ہے صاحب

باتوں میں اُلجھاتے کیوں ہو
بندہ تو سادہ ہے صاحب

مجبوری میں کیا بولیں ہم
سودا تو مہنگا ہے صاحب

اپنا ذکر نہیں ہے کوئی
آپ کا ہی چرچا ہے صاحب

ہیں کیا عروج و زوال صاحب
کہانی تو ہے کمال صاحب

ہمارا منصب تو نوکری ہے
اسی کو رکھنا بحال صاحب

یہاں ہماری کوئی نہیں ہے
تمہاری کیا ہو مثال صاحب

دکھائی دیتے ہیں ایسے منظر
ٹپکنے لگتی ہے رال صاحب

جہان مجھ سے نہیں سنبھلتا
خود آپ اس کو سنبھال صاحب

ازل سے اس میں پھنسے ہوئے ہیں
لپیٹ لے اب تو جال صاحب

نہیں ہے جن کا جواب کوئی
ہیں کتنے ایسے سوال صاحب

تمہارے لہجے میں ہو گئے گُم
ہماری عمروں کے سال صاحب

دکھا کے جنت کے خواب ہم کو
بناتے ہو یرغمال صاحب

تمہارے بارے میں ایسا سوچیں
ہماری کیا ہے مجال صاحب

○

ہے سیدھا چلنا محال صاحب
ازل سے ٹیڑھی ہے چال صاحب

بگڑنا ہی تھا کہ آپ نے کب
ہماری کی دیکھ بھال صاحب

وہی پرانے جواب اُن کے
وہی پرانے سوال صاحب

سمندروں کا سمندروں سے
رہے گا کب تک وصال صاحب

کباڑ خانہ ترا سلامت
مرا بدن ریگ مال صاحب

ہماری آنکھوں میں آ گیا ہے
جو آئینے میں تھا بال صاحب

تمہارے گھر میں بھی غم زدوں کا
کسی نے پوچھا نہ حال صاحب

ہمارا ہونا نہ ہونے جیسا
ہمارا کیا انتقال صاحب

تمہارا ابرِ کرم جو برسے
جنوب بھی ہے شمال صاحب

تمہارے دربار میں کھڑے ہیں
اُٹھا کے شکووں کے تھال صاحب

ہوا ہے حاضر غلام صاحب
قبول کیجے سلام صاحب

ہمارے ہوتے ہیں کام فوراً
تمہارا چلتا ہے نام صاحب

کہیں غلط ہو نہ جائے کچھ بھی
ہے دھڑکا سا صبح و شام صاحب

کمال اپنا زوال اپنا
خیال اپنا ہے خام صاحب

ہماری کچھ حیثیت نہیں ہے
نہ خاص ہم ہیں، نہ عام صاحب

سمجھ میں آ ہی نہیں رہا کچھ
کریں تو کیسے کلام صاحب

دکھوں سے تھوڑا سا دور رہ لوں
اگر ہو کچھ انتظام صاحب

بنا دے پہلی کا چاند اس کو
جو دکھ ہے ماہِ تمام صاحب

خود اپنی خاطر کیا ہوا ہے
ہے جتنا بھی اہتمام صاحب

ہماری آنکھوں میں کس لیے ہے
سمندروں کا قیام صاحب

اگر اجازت ہو لکھ کے بھیجیں
کبھی ہم اپنا پیام صاحب

ہے لاٹھی والوں کے ہاتھ میں کیوں
تری زمیں کا نظام صاحب

ہیں نفرتیں کیوں یہاں پہ جائز
محبتیں کیوں حرام صاحب

تمہاری دنیا میں کیوں نہیں ہیں
ہمارے اشکوں کے دام صاحب

ازل کے روگی ابد کے سوگی
چڑھائے جاتے ہیں جام صاحب

ہمارے بچوں سے لیتے کیوں ہو
بزرگوں کا انتقام صاحب

کبھی گزرتا ہے یہ گماں بھی
ہیں ایک جیسے تمام صاحب

گلے محبت بھرے ہیں اپنے
دلوں میں ہے احترام صاحب

یہ آنکھیں اشکوں بھری ہیں جتنی
یہ عرضیاں ہیں بنام صاحب

ہمیشہ پڑتی ہے راستے میں
غریب لوگوں کو شام صاحب

ہمارے ہاتھوں سے ہوگا کب تک
ہمارا ہی قتل عام صاحب

ہمیشہ رکھی ہے ظالموں کی
بہت ہی ڈھیلی لگام صاحب

یہ پیارے معصوم ننھے بچے
یہ نزلہ، کھانسی، زکام صاحب

کسی کی تعمیر میں ہے مضمر
کسی کا کیوں انہدام صاحب

ہمارے بس کا نہیں تھا شاید
نماز روزے کا کام صاحب

اگر ہو اچھا تو حرج کیا ہے
کہانی کا اختتام صاحب

ہمیں تو اپنی خبر نہیں ہے
تمہیں ہے حاصل دوام صاحب

سروں پہ تقدیر کی لٹکتی
ہے تیغ کیوں بے نیام صاحب

خود آپ پیدا ہوا نہیں ہے
نہ کوئی راون نہ رام صاحب

غضب کی چلتے ہو چالیں صاحب
ہم اپنے مہرے اُٹھا لیں صاحب

اکٹھے ہر جا کھڑے ہوئے ہیں
پرانا البم نکالیں صاحب

کوئی اُٹھاتا نہیں ہے لیکن
ملاتے رہتے ہیں کالیں صاحب

ابھی بہت سی خرابیاں ہیں
ہمیں دوبارہ بنا لیں صاحب

میں گھر کے قابل نہیں ہوں مجھ کو
گلی میں اپنی بلا لیں صاحب

یہ چار موسم تو نام کے ہیں
کئی بدلتے ہو شالیں صاحب

جنازے اتنے پڑے ہوئے ہیں
نہیں ہیں اتنی کدالیں صاحب

یہ جتنی مٹی بچی ہوئی ہے
ہماری قبروں پہ ڈالیں صاحب

یہ کیسے سجدے ہیں جن میں اپنی
اُدھڑتی جاتی ہیں کھالیں صاحب

سمجھ سے اپنی ہے بالا صاحب
تمہارا دفتر نرالا صاحب

یہ آسماں ہے کہ ہے صراحی
زمین ہے یا پیالہ صاحب

ہے پھول رنگین اس قدر کیوں
ہے بھنورا کیوں اتنا کالا صاحب

یہ چاند ہے یا کہ مکڑی کوئی
یہ ہالہ ہے یا کہ جالا صاحب

ہے کوئی پروردہ قہقہوں کا
کسی کو اشکوں میں ڈھالا صاحب

ہماری آنکھیں ہیں یا ہے کوئی
تمہارا برساتی نالہ صاحب

یہ کس نے ہم کو گرایا اکثر
یہ کس نے ہم کو سنبھالا صاحب

شکستہ کاغذ پہ چھپتا کیوں ہے
یہ زندگی کا رسالہ صاحب

مقدر اپنا کہاں کھُلے گا
تمہارے در پہ ہے تالا صاحب

ہر ایک ناکے پہ ہم تو دیں گے
فقط تمہارا حوالہ صاحب

ظہور دونوں میں ہے تمہارا
اندھیرا ہو یا اُجالا صاحب

نجانے کیا ہے ملال صاحب
ازل سے آنکھیں ہیں لال صاحب

کوئی تو آتش فشاں ہے مجھ میں
کہ سرخ رہتے ہیں گال صاحب

یہ آنسو یونہی نہیں نکلتے
بہت ہے اندر اُبال صاحب

یہ کس نے دھکا دیا ہے ہم کو
یہ کس نے کھینچے ہیں بال صاحب

ہمیں ہے خواب وخیال ہونا
ہمارا رکھنا خیال صاحب

ہے اتنا وافر کہ یونہی ہر سو
بکھیرتے ہو جمال صاحب

تمہارے آنگن میں گم ہوئی ہے
ہمارے بچوں کی بال☆ صاحب

لحد لحد میں بدن کا سونا
بہت بناتے ہو مال صاحب

تمہاری نظروں سے گر کے ہم تو
بہت ہوئے پائمال صاحب

سیاہ ظاہر سیاہ باطن
نظر سے اپنی اُجال صاحب

یہ تالیاں ہیں کرم تمہارا
وگرنہ سُر ہے نہ تال صاحب

☆Ball

عجیب دنیا بنائی صاحب
سمجھ کسی کے نہ آئی صاحب

تمہاری خاطر رہی ہے اکثر
ہماری خود سے لڑائی صاحب

ہمیں تو نشہ چڑھا تمہارا
کسی نے جب بھی پلائی صاحب

ہمارے اشکوں میں بہہ گئی ہے
تمہاری ہر اک لکھائی صاحب

جو بات کی ہے وہ تم سے کی ہے
نظر جدھر بھی ملائی صاحب

یہ اتنا سب کچھ بنایا کیسے
کہاں سے کی ہے کمائی صاحب

ہمیں تو رانجھا تمہی لگے ہو
کسی نے جب ہیر گائی صاحب

وضو سے اُتری تھکن ہماری
نماز میں نیند آئی صاحب

یہ زندگی ہے کہ کھائی صاحب
پکڑ کے رکھنا کلائی صاحب

مزار دیکھا جہاں بھی اپنا
تمہاری چادر چڑھائی صاحب

تمہارے حصے میں دوست آئے
ہمارے حصے میں بھائی صاحب

فرشتے اُس کو پکڑ نہ پائے
جو بات ہم نے اُڑائی صاحب

تمہارے دفتر میں اس قدر کیوں
ہے کاغذی کارروائی صاحب

یہ عقل تھوڑی سی اور دیتے
بہت ہوئی جگ ہنسائی صاحب

تمہارے مکتب سے بھاگ جائیں؟
بہت ہے مشکل پڑھائی صاحب

میں سُن رہا ہوں سکوتِ صحرا
کمال کی دھن بنائی صاحب

یہ کس نے معصوم لڑکیوں کو
دلوں کی چوری سکھائی صاحب

جب بھی دیکھیں دفتر میں بیٹھے ہیں صاحب
اور مسلسل کام کیے جاتے ہیں صاحب

جانے کیسے اتنا وقت دیا کرتے ہیں
جو بھی ملنے آتا ہے ملتے ہیں صاحب

ہاتھ پکڑ کر مُجھ کو پاس بٹھا لیتے ہیں
جب بھی اُن سے پوچھوں میں، کیسے ہیں صاحب

اُن کے بارے لوگ سوال بہت کرتے ہیں
میں تو سب سے کہتا ہوں اچھے ہیں صاحب

ورنہ ان کو کوئی کام نہیں پڑتا ہے
گھنٹی بجنے کا مطلب، غصے ہیں صاحب

دل کرتا ہے میں تبدیل کرا دوں اِن کو
آپ کے کمرے کے جتنے پردے ہیں صاحب

شیشہ کون سا اتنے پیسوں کا آتا ہے
واپس کر دیں گیند ہمیں بچے ہیں صاحب

جانے ان میں کون سا مال چھپا رکھا ہے
یہ جو کمروں کے اندر کمرے ہیں صاحب

آپ کے ہاں بھی کیا ہڑتال ہوا کرتی ہے
دفتر کے کچھ شعبوں میں تالے ہیں صاحب

آپ کے ساتھ ہماری بات بنے گی کیسے
رقبے پہلے دن سے ہی سانجھے ہیں صاحب

کون سی دھوپ میں جا کر ان کو خشک کریں ہم
اپنے کپڑے اشکوں سے گیلے ہیں صاحب

اُونٹ ہمارے دبلے پتلے ہیں تو کیا ہے
آپ کے پاس وسیلے سے آئے ہیں صاحب

اپنی ماں سے آپ کی ہر اک بات سنی ہے
پھولوں کے باغوں سے ہم گزرے ہیں صاحب

آپ کی ذات پہ جب بھی ہم کو پیار آیا ہے
بچوں کے رخسار بہت چومے ہیں صاحب

اپنی شنوائی کا لمحہ کب آئے گا
پہلے دن سے پنچوں پر بیٹھے ہیں صاحب

اشک اشرفی جیسے ان کو بخشے جائیں
سرخی مائل آنکھوں کے کاسے ہیں صاحب

آپ سے اُٹھ کے آپ کے پاس اگر جانا ہے
اس میں کون سی مشکل ہے چلتے ہیں صاحب

اُس میں کیسی ہوتی ہے بیزاری صاحب
مچھلی کیوں پھرتی ہے ماری ماری صاحب

آؤ مل کر اُس کے پر کو ٹھیک کریں ہم
چڑیا کو ہے اُڑنے میں دشواری صاحب

چیونٹی اتنی کیوں مصروف رہا کرتی ہے
کس نے سونپی ہاتھی کو بے کاری صاحب

ریگِ صحرا کیسے ہجرت کر لیتی ہے
کون رہا کرتا ہے اُس میں جاری صاحب

آخر پودے کون سا پاپ کیا کرتے ہیں
کیوں لگتی ہے فصلوں کو بیماری صاحب

کیسے بگولہ اتنے وجد میں آ جاتا ہے
کِس کا ہو جاتا ہے نشہ طاری صاحب

پھر بھی آپ کے درشن کرنے جاتا ہوں میں
رستے میں پڑتی ہے ندیا کھاری صاحب

کب تک آپ محل تعمیر کریں گے اپنے
کب تک ڈھوئیں گے ہم پتھر بھاری صاحب

مجھ سے آ کر کون حساب کتاب کرے گا
میں تو اپنی ذات سے ہوں انکاری صاحب

اُس پر رندے آری صاحب
لکڑی کتنی ہوتی ہے بے چاری صاحب

اُس کے ہونٹوں سے جب آپ ادا ہوتے ہیں
گڑیا ہو جاتی ہے کتنی پیاری صاحب

اُس کا ہاتھ بٹانے آپ ضرور آتے ہیں
سیکھ رہی ہو جو بچی گھر داری صاحب

سندھی بچیوں کا سندیس لیے پھرتا ہوں
ختم اگر ہو جائے کاروکاری صاحب

کتنے بھالو آپ کا رستہ دیکھ رہے ہیں
کھول کے دیکھیں بچوں کی الماری صاحب

جس کے آگے آپ کا نام لکھا ہوتا ہے
کتنی پیاری لگتی ہے وہ لاری صاحب

دھڑکن کی آواز قیامت خیز بہت ہے
دل پہ مسلسل ہوتی ہے بم باری صاحب

جنگل میں بھی اُس نے آگ لگائی ہو گی
جس نے رکھی پتھر میں چنگاری صاحب

اُس دن دوزخ کو پھر اپنی پڑ جائے گی
جس دن میری بات سنیں گے ساری صاحب

حمد کیا کرتے ہیں باری باری صاحب
کالے تیتر سے ہے اپنی یاری صاحب

گھاس کے میدانوں پر جب بھی دل آتا ہے
خرگوشوں سے کرتے ہیں دلداری صاحب

گویائی کی طاقت اُن سے چھینی جائے
طوطوں کو پڑتی ہیں باتیں بھاری صاحب

کوئی سپنا اُن کی قسمت میں بھی لکھ دیں
رہ جاتی ہے جن کی نیند کنواری صاحب

آپ نے بھیجا ہے تو اس کا مان رکھیں گے
ورنہ دنیا عورت ہے بازاری صاحب

کس کا رستہ دیکھتا رہتا ہے وہ شب بھر
اُلّو نے ہیں کس پر نیندیں واری صاحب

یوں لگتا ہے جیسے آپ کو کھوج رہے ہیں
دیکھ رہا ہوں چوزوں کی دشواری صاحب

اپنے آپ سے جھگڑا رہتا ہے اب اپنا
آئنوں سے کرتے ہیں منہ ماری صاحب

شہرِ دل کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں
اہلِ حُسن بھی ہوتے ہیں تاتاری صاحب

○

گلی سے اپنی گزار صاحب
چکانے ہیں کچھ اُدھار صاحب

یہاں پہ روزِ جزا کا سب کو
چڑھا ہوا ہے بخار صاحب

جھکی ہوئی ہے جو میری گردن
شکست کا ہے خمار صاحب

غضب نہیں ہے کہ تیرے ہوتے
کسی کو مجھ سے ہے پیار صاحب

جو بس میں ہو تو نظر نہ آؤں
ہوں اس قدر شرمسار صاحب

ازل سے لے کر کھڑا ہوا ہوں
میں اپنی بانہوں کا ہار صاحب

میں جب بھی کھڑکی کے پاس پہنچوں
تو ٹوٹ جائے قطار صاحب

غبارے بچوں کو کیا دلاؤں
کہ ہر طرف ہے غبار صاحب

کمال کرتے ہو دے کے مجھ کو
گناہ کا اختیار صاحب

نہ پاس دنیا نہ دیں ہے صاحب
نصیب اچھا نہیں ہے صاحب

سبب خرابی کا صرف میں ہوں
جہان تو بہتریں ہے صاحب

جو میرے اندر لگا دیا ہے
کمال کا دوربیں ہے صاحب

کہاں سے آتے ہیں اتنے پتھر
لہولہو ہر جبیں ہے صاحب

ہماری خاطر ہیں آپ کافی
یہ بات کیا دلنشیں ہے صاحب

جو اُلجھنیں ہیں وہ پُرکشش ہیں
ہر ایک جھنجھٹ حسیں ہے صاحب

ملازموں کو خبر نہیں ہے
ہمارے کتنا قریں ہے صاحب

دلوں کی چوری رکی نہیں ہے
اگرچہ اُن میں مکیں ہے صاحب

دور ہوئی جاتی ہے ہر اک دوری صاحب
کھینچ رہی ہے کوئی طاقت نوری صاحب

کن ماؤں کے بچے ہیں یہ تارے جن کو
شب بھر کرنا پڑتی ہے مزدوری صاحب

مسجد مندر گھر کے رستے میں پڑتے ہیں
حمد مری ہو جاتی ہے سیندوری صاحب

میرے آنسو اُس کی قد سے بڑھ جائیں گے
دوزخ مجھ کو کب آئے گی پوری صاحب

سب کچھ اپنے اندر دکھنے لگ جاتا ہے
آنکھیں ہو جاتی ہیں غیر ضروری صاحب

بینگن میں بھی آپکا نام لکھا ہوتا ہے
اپنی کتنی کرتے ہو مشہوری صاحب

گندم کی روٹی سے پیٹ بھرے گا اس کا
پہلے دن سے تن تو ہے تندوری صاحب

دودھ کے اندر نور ظہور تو آپ کا دیکھا
بھینس ہماری کالی تھی یا بھوری صاحب

آنسو پلکوں پر آتے ہی گر جاتا ہے
رہ جاتی ہے میری بات ادھوری صاحب

صاحب جس پر آپ کا نام لکھا ہوتا ہے
وہ کاغذ بن جاتا ہے کستوری صاحب

مارا کرتے ہیں جب آپ کبوتر صاحب
کیوں بلّی کا نام آتا ہے لب پر صاحب

ہاتھ ہمارے لگ جائیں تو پس جاتے ہیں
آپ کے خوف سے گرتے ہیں جو پتھر صاحب

ہنستے ہنستے شہر اُلٹ کر رکھ دیتے ہیں
کر دیتے ہیں آپ حساب برابر صاحب

آپ ہمارا ماضی، حال اور مستقبل ہیں
آپ ہمارا منظر اور پس منظر صاحب

گھوم رہے ہیں، مدہوشی میں جھوم رہے ہیں
آپ دیے جاتے ہیں سب کو چکر صاحب

جب تھوڑا سا ہوش میں آنے لگتا ہوں میں
کوئی پھر سے بھر دیتا ہے ساغر صاحب

دل پر کیسے کیسے تیر چلا کرتے ہیں
ذہن میں لڑتے رہتے ہیں کیا لشکر صاحب

میری آنکھوں سے ہے کیسا رشتہ اِن کا
کس ماں کے ہیں بیٹے سات سمندر صاحب

مجھ کو آپ سے روز ملایا کرتا تھا جو
ٹوٹ گیا ہے پُل وہ میرے اندر صاحب

کس نے ٹیپ لگا دی میرے منہ پر صاحب
اور کرسی سے باندھ دیا ہے کس کر صاحب

پہلے دن سے اغوا ہوتا آیا ہوں میں
بھرتا آیا ہوں تاوان برابر صاحب

معبد کے پہلو میں بچے کھیل رہے ہیں
دل کو لاحق ہے انجانا سا ڈر صاحب

اُس کی زد میں آ کر گُھلا جاتا ہوں میں
دور سے لگتا ہے جو آپ کا لشکر صاحب

دیواروں کے پار نظر آتا ہو جس کو
وہ کیا دیکھے گا محراب و منبر صاحب

جیسے میرے خوں میں آپ رہا کرتے ہیں
رزق وصول کیے جاتا ہے مچھر صاحب

ایک محبت کا انجام یہی ہوتا ہے؟
بندے بندے سے پڑتے ہیں کنکر صاحب

جب تک ہاتھ پکڑ کر آپ نہیں لے جاتے
بیٹھا ہوں میں دروازے سے باہر صاحب

مجھ کو اور کسی مکتب میں داخل کر دیں
رستے میں پڑتے ہیں سارے کیکر صاحب

صاف نہیں دِکھتا ہے کوئی منظر صاحب
دھول اُڑا کرتی ہے اندر باہر صاحب

آپ کے گھر میں آ کر یہ احساس ہوا ہے
میں تو ساری عمر رہا ہوں بے گھر صاحب

موسم پر الزام لگاتے رہتے ہیں سب
آپ دِکھا جاتے ہیں اپنے تیور صاحب

آپ کے ہوتے جادو کیسے ہو جاتا ہے
کیسے مجھ پر چل جاتے ہیں منتر صاحب

دھوپ اور بارش یکساں دونوں پر پڑتی ہے
مسجد کے پہلو میں ہے اک مندر صاحب

چاند اور سورج دیکھ کے اُن پر دل آتا ہے
کتنے پیارے رکھے ہوئے ہیں نوکر صاحب

آسانی سے رزق میسر کب ہوتا ہے
دن بھر کرنے پڑتے ہیں سو مکّر صاحب

آپ اگر چاہیں تو رنجش مٹ سکتی ہے
میری خود سے بنتی نہیں ہے اکثر صاحب

آپ مجھے خود لینے آئے ست بسم اللہ
پہلے سے ہی باندھ رکھا ہے بستر صاحب

آپ کے گھر میں پڑھتے ہیں جو بچے صاحب
کن ماؤں کے ہوتے ہیں وہ بیٹے صاحب

اُن کے رونے کی آوازیں دل دہلائیں
دن بھر جسموں پر پڑتے ہیں ڈنڈے صاحب

آپ کے گھر میں زور تو مُلاّ کا چلتا ہے
ننھے فرشتے بن جاتے ہیں مرغے صاحب

اُن گالوں پر کوئی تھپڑ مار رہا ہے
جن گالوں میں دیکھے آپ کے جلوے صاحب

اُن میں کتنے دیواروں سے جا لگتے ہیں
چھید نہیں کیوں دیواروں میں ہوتے صاحب

آپ کی باتیں سب کو یاد نہیں ہو پاتیں
کچھ تو تھک جاتے ہیں روتے روتے صاحب

معصوموں کے اشکوں سے گیلے ہیں پارے
جن کے اندر مور کے پر ہیں رکھے صاحب

آپ کے گھر کی دیواریں قلعوں سے اُونچی
جن کے اندر بچے سہمے سہمے صاحب

دل کی کھڑکی آپ کے آنگن میں کھلتی ہے
لیکن کوئی ہمت والا جھانکے صاحب

دیواروں پر پھیل گئی ہیں بیلیں صاحب
اچھا آپ آتے ہیں آئیں آئیں صاحب

شام کو پیڑوں میں کیا آپ نظر آتے ہیں
ختم نہیں ہوتیں چڑیوں کی باتیں صاحب

شب بیداری ہم نے اُلّو سے سیکھی ہے
آپ پہ ہیں قربان ہماری نیندیں صاحب

اُن سے جب مانوس ہمارے دل ہو جائیں
واپس لے لیتے ہو اپنی چیزیں صاحب

کیسا خوف پہاڑوں کا ہے ان کے اندر
کیوں خاموش رہا کرتی ہیں جھیلیں صاحب

کرنوں کی دستک پر افسردہ بیٹھے ہیں
صبحوں کے اندر رکھی ہیں شامیں صاحب

نیند کے مارے کیا دیکھیں ہم چاند ستارے
دن بھر اپنی لگواتے ہو دوڑیں صاحب

اُستادوں کا غصہ تھوڑا ٹھنڈا رکھیں
دن بھر چھوٹوں کو پڑتی ہیں جھڑکیں صاحب

کِس چکّر میں آپ دکھائی دیں گے ہم کو
کب تک اپنی ایڑی پر ہم گھومیں صاحب

پتہ چلتا نہیں ہے مجھ کو صبح و شام کا صاحب
نشہ کرنے لگا ہوں میں تمہارے نام کا صاحب

منافع ہم کو دیتے ہو خود اپنی جیب سے ورنہ
خسارہ ہی خسارہ ہے یہاں ہر کام کا صاحب

پہن رکھا ہو جس نے بھی تمہارے نام کا تعویذ
اُسے مطلب سمجھ آتا نہیں دشنام کا صاحب

درِ توبہ کھُلا رکھا ہوا ہے رات دن اپنا
ہمیں عادی بنا ڈالا ہے کیوں آرام کا صاحب

ازل سے ہی فرشتے، آپ، میں اور حضرتِ شیطاں
مزا لیتے ہیں مل کے ہم سبھی کہرام کا صاحب

مدد کرتے نہیں ہیں آپ کیوں اس کو چھڑانے میں
ازل سے دل یہ قبضہ ہے کسی گلفام کا صاحب

زلیخا اور یوسف کا سنایا کس لیے قصہ
کہ چسکا پڑ گیا اب تو ہمیں الزام کا صاحب

اسی تفریق سے چلتا ہے کاروبار مذہب کا
کوئی ہے آپ کا بندہ کوئی ہے رام کا، صاحب

کیسے دیکھوں جا کر بنگلہ صاحب کا
چاروں جانب سے ہے جنگلہ صاحب کا

پانی پر تو زور نہیں چلتا اپنا
بھاشا صاحب کا ہے منگلا صاحب کا

اپنے پر افلاک تلک پھیلاتا ہے
مجھ میں ایک کبوتر رنگلا صاحب کا

سوکھے پتوں کا جب گیت مکمل ہو
پھولوں میں چھپ جائے جنگلہ صاحب کا

جو بھی آئے رنگ برنگا ہو جائے
دروازہ ہے کتنا رنگلا صاحب کا

اُس کا لنگر شام سویرے چلتا ہے
دھن والا ہوتا ہے کنگلا صاحب کا

جن رنگوں میں دیکھی دنیا صاحب کی
اُن رنگوں میں کی ہے پوجا صاحب کی

سورج چاند ستارے اپنے ساتھ لیے
روز گزر جاتی ہے بگھیا صاحب کی

اُس کے ہار سنگھار میں ہوں مصروف بہت
میرے گھر آئی ہے گڑیا صاحب کی

جب میں شب کو اُس میں دیپ بہاتا ہوں
سندر ہو جاتی ہے ندیا صاحب کی

بیٹھے بیٹھے میں مجرم بن جاتا ہوں
پنکھے سے ٹکرائے چڑیا صاحب کی

میں تو اُس کو چھونے سے بھی ڈرتا ہوں
چیز ہوا کرتی ہے بڑھیا صاحب کی

اُس کا نشہ ہرگز ٹوٹ نہیں سکتا
جس نے گھول کے پی لی پڑیا صاحب کی

آپ دریچہ کھول کے میرے کمرے کا
مجھ سے ملنے آئی پروا صاحب کی

میرے شانے پر ہے بازو صاحب کا
پہلے دن سے ہوں میں چھوٹو صاحب کا

باہر کیا ہے دیکھنے کی کوشش میں ہوں
تھوڑا سا میں پھاڑ کے تنبو صاحب کا

دل میں اُس کو گھونپ لیا کرتا ہوں میں
اتنا سندر لاگے چاقو صاحب کا

ویسے تو سب کچھ ہی میرے ہاتھ میں ہے
میرے ہاتھ پہ ہاتھ ہے قابو صاحب کا

سارا جگ ہی میٹھی باتیں کرتا ہے
سارا جگ لگتا ہے مِٹھّو صاحب کا

جیسے بچے میلے میں ضد کرتے ہیں
ایسے پکڑا ہوا ہے پلّو صاحب کا

تارے مجھ کو چڑیاں طوطے لگتے ہیں
چاند مجھے لگتا ہے اُلّو صاحب کا

طوفانوں میں جب وہ ہاتھ پکڑتا ہے
لہریں بن جاتی ہیں چپّو صاحب کا

اپنی ہتھیلی پر اُس کو لے سکتا ہوں
گھوم رہا ہے جو بھی لاٹو صاحب کا

جان دینا تو کھیل ہے صاحب
آپ کے سر کی ویل ہے صاحب

دل نشانے پہ اس کے رہتے ہیں
آنکھ ہے یا غلیل ہے صاحب

آنا جانا لگا رہے گا اب
توبہ والی جو بیل ہے صاحب

زندگی کی سبھی دکانوں پر
موت کی لوٹ سیل ہے صاحب

لوگ تسلیم کیوں نہیں کرتے
کیا محبت رکھیل ہے صاحب

جرم ہم نے کیا نہیں کوئی
ہم کو بچپن سے جیل ہے صاحب

جان جائے تو جان چھوڑتی ہے
دنیاداری چڑیل ہے صاحب

کوئی ان دیکھا ہاتھ کھینچتا ہے
سانس ہے یا نکیل ہے صاحب

آپ کا نام بک رہا ہے یہاں
پیسے کی ریل پیل ہے صاحب

اتنے مشکل کیوں کرتے ہو میسج صاحب
آخر کتنا رکھتا ہوں میں نالج صاحب

چہرے پڑھتے آنکھیں پڑھتے پاس ہوا ہوں
بھول نہیں پاؤں گا آپ کا کالج صاحب

اُس بچے کے اندر کون رہا کرتا ہے
جس بچے کو ہوجاتا ہے فالج صاحب

آپ تو اُس سے بالکل اور طرح کے ہیں
جیسا بچپن میں ہوتا تھا امیج صاحب

اس دنیا کی کوئی چیز نہیں ہے ایسی
آپ کی یاد میں ہو پائے جو حارج صاحب

ہم سب کو ہی مرنے کی بیماری ہے
ہوسکتا ہے اپنا کون معالج صاحب

روزِ ازل سے جاری ہے اشکوں کی بارش
میرے جسم کا بھیگ رہا ہے کاٹیج صاحب

فیصلہ کرنے میں رہتی ہے دشواری سی
زیست کے اندر رکھے ہیں کیا پیکیج صاحب

بس اک بار مدینہ مجھ کو دکھلا دیں
چاہے پھر دنیا سے کر دیں خارج صاحب

درگزر کی اپیل ہے صاحب
اشک میرا وکیل ہے صاحب

دل کہیں بھی نہیں لگا اپنا
دل کا ہونا دلیل ہے صاحب

صرف کانٹے نہیں ہیں پیروں میں
سر کے اندر بھی کیل ہے صاحب

حمد لکھتا ہوں روز پانی پر
گھر کے پہلو میں جھیل ہے صاحب

لاڈ اور پیار نے بگاڑا ہے
آپ کی ساری ڈھیل ہے صاحب

دل جہاں پر بنائے جاتے تھے
کارخانہ وہ سیل ہے صاحب

کیوں ٹریلر دکھاتے ہو جبکہ
فلم کی پوری ریل ہے صاحب

قتل یونہی تو روز ہوتے نہیں
دیکھ کتنا جمیل ہے صاحب

ہر قدم پر ہے دل کو دھڑکا سا
زیست کی اونچی ہیل ہے صاحب

کیسی چیخ و پکار ہے صاحب
مجھ میں صوتِ ہزار ہے صاحب

دھیان اپنا کبھی نہیں آیا
میرے سر پر سوار ہے صاحب

سہما سہما سمٹ کے رہتا ہوں
ہر طرف بے شمار ہے صاحب

میں بظاہر تو ٹھیک لگتا ہوں
میرے اندر بخار ہے صاحب

رات دن دم درود ہوتے ہیں
پھر بھی سینے پہ بار ہے صاحب

کون آ کر بجاتا ہے اس کو
دل کے اندر گِٹار ہے صاحب

باری سے پہلے سرخرو کرنا
بڑی لمبی قطار ہے صاحب

حمد کہہ کر جسے سناتا ہوں
یہ لہو کا فشار ہے صاحب

روز آتے ہیں یہاں بھونچال، صاحب بے نیاز
کس سے جا کر میں کہوں احوال، صاحب بے نیاز

کوئی آنسو پونچھنے والا نہیں ہوتا کبھی
بھیگ جاتے ہیں مرے رومال، صاحب بے نیاز

حشر سے پہلے یہاں روزِ جزا کوئی نہیں
کس کے ہیں اچھے برے اعمال، صاحب بے نیاز

وقت کی تقسیم میں انسان خود ہی قید ہے
چلتے ہیں یا رکتے ہیں گھڑیال، صاحب بے نیاز

اُس کے گھر میں کون رہتا کون آتا جاتا ہے
چند غاصب ہی کریں پڑتال صاحب بے نیاز

نیند وافر، خواب وافر، حُسن وافر ہے یہاں
ہے تونگر یا کوئی کنگال، صاحب بے نیاز

حملہ آور آتے رہتے ہیں یہاں لشکر سمیت
کرتے رہتے ہیں جہاں پامال، صاحب بے نیاز

پھر اُسی پیکیج پہ دفتر، ہم تو جانے لگ گئے
کر کے دیکھی ہے بہت ہڑتال، صاحب بے نیاز

کیسے کیسے موڑ آئے ہیں کہانی میں یہاں
کیسی کیسی اُجڑی ہے چوپال، صاحب بے نیاز

بارشوں میں بھیگتا ہے مال، صاحب بے نیاز
ڈالتا ہوں آ کے میں ترپال، صاحب بے نیاز

کون جانے ڈوبتی ہے یا اُبھرتی ہے دعا
مچھلی آتی ہے یا خالی جال صاحب بے نیاز

آج تک مجھ کو کسی کا بھی نہیں آیا جواب
روز چٹھی کرتا ہوں ارسال، صاحب بے نیاز

کون ہوتا ہے یہاں برباد اُس کو کیا غرض
کون ہوتا ہے یہاں خوش حال صاحب بے نیاز

اُس کے تو پلّے پڑی ہیں کائناتیں بے شمار
گوشت کھاتا ہے یا کوئی دال، صاحب بے نیاز

عکس اُس کے پڑ رہے ہیں اُس کے چہرے پر مگر
بن رہی ہیں کیا سے کیا اشکال، صاحب بے نیاز

شام کو میں لوٹ کے گھر آؤں گا بھی یا نہیں
میری دنیا سے تو ہے فی الحال صاحب بے نیاز

سال بن جائیں مہینے اور مہینے دن کہیں
اور کہیں پر دن، مہینے سال صاحب بے نیاز

آؤٹ ہو جاؤں میں پہلی گیند پر اُس کو ہے کیا
یا کہ باہر پھینک دوں میں بال صاحب بے نیاز

○

گود جب سے بھری ہے صاحب جی
کھوٹی قسمت کھری ہے صاحب جی

جانے کس نے سکھائی ہے ہم کو
ہر طرف بت گری ہے صاحب جی

میں تر و تازہ کیوں نہیں ہوتا
جب محبت ہری ہے صاحب جی

اُس کہانی کا کیا کیا جائے
وہ جو مجھ میں مری ہے صاحب جی

آسماں سر پہ ہم اُٹھائیں گے
اپنی تو نوکری ہے صاحب جی

آ گئی ہے کنارے سے باہر
لہر کتنی ہری ہے صاحب جی

میرے اندر ہیں کوہ قاف کے جن
میرے اندر پری ہے صاحب جی

اشک ہیں اور کرن ہے صاحب جی
آپ کی انجمن ہے صاحب جی

قتل کرنے میں اور ہونے میں
کس قدر بانکپن ہے صاحب جی

ہم تو دوزخ کو بھرنے والے نہیں
یہ ہمارا وچن ہے صاحب جی

جتنے دلکش نظارے ہیں اُن میں
اچھی خاصی گھٹن ہے صاحب جی

کچھ تو سچ مچ ہے میری مجبوری
کچھ مرا بھولپن ہے صاحب جی

پتے یونہی دھمال میں کب ہیں
پورے سُر میں پوَن ہے صاحب جی

حمد میں دل کی بات کر لینا
اپنا طرزِ سخن ہے صاحب جی

پاس کر دیں رعایتی صاحب
فیل ہو جائیں گے سبھی صاحب

زندہ رہنے کا فیصلہ کر کے
میں نے کر لی ہے خودکشی صاحب

رہ رہا ہوں میں وقت سے باہر
زخم ہیں میرے دائمی صاحب

جانے کیا روگ میرے اندر ہے
میری رکتی نہیں ہنسی صاحب

پوچھتا ہی نہیں مجھے کوئی
کیا میں سائل ہوں آخری صاحب

کچھ بھی مجھ کو زبانی یاد نہیں
کھو گئی میری ڈائری صاحب

کبھی تالا نہیں لگایا ہے
کبھی چابی نہیں رکھی صاحب

سانس میں سُر ہمارا مشترکہ
بانسری تو ہے بانس کی صاحب

رکھ دیے پھول آپ کے در پر
خالی کر دی ہے ٹوکری صاحب

○

اس قدر آپ ہیں سخی صاحب
ہو گیا ہوں میں لالچی صاحب

کبھی سن کر بھی ان سنی کر دیں
کبھی سنتے ہیں ان کہی صاحب

آپ کے پاس میں نے آنا ہے
میری قسمت نہیں بری صاحب

باقی سب کچھ تو ٹھیک ہے لیکن
کبھی چھٹی نہیں ملی صاحب

اشک تو اپنے آپ آتے ہیں
میں نے کب کوئی بات کی صاحب

آپ کے در پہ ختم ہوتی ہے
ہر سڑک اور ہر گلی صاحب

جب بھی چلتا ہوں میری آنکھوں پر
ترچھی پڑتی ہے روشنی صاحب

آپ بھی جلد مان جاتے ہیں
میری خفگی بھی عارضی صاحب

آپ کی حمد کا کرشمہ ہے
ہوگئی شاعری نئی صاحب

پی کے وحدت کی بھنگ صاحب جی
ہو گیا ہوں ملنگ صاحب جی

فون کیوں بند رکھتے ہو اپنا
کون کرتا ہے تنگ صاحب جی

جیسے تہوار کوئی ہولی کا
ایسے بکھرے ہیں رنگ صاحب جی

اپنی گردن پہ پھیر لی ڈوری
کاٹ دی ہے پتنگ صاحب جی

آئینے اور شکل کے مابین
دوستی ہے کہ جنگ صاحب جی

آپ کا لہجہ خامشی میں بھی
کس قدر ہے دبنگ صاحب جی

میں نے سیکھا خمیدہ پیڑوں سے
عذر کرنے کا ڈھنگ صاحب جی

سر پھروں کو اُداس رکھتی ہے
جانے کیسی ترنگ صاحب جی

آپ کے ساتھ میری فوٹو ہو
یہ ہے میری اُمنگ صاحب جی

بات دیوار پر لکھی صاحب
آپ نے کیوں نہیں پڑھی صاحب

آپ سے وقت چاہیے مجھ کو
اس لیے باندھی ہے گھڑی میں نے

بات بالواسطہ نہیں کرتے
ایسی بھی کیا ہے بے رخی صاحب

آپ کا نام لکھنے کی خاطر
سیکھتا ہوں میں خوش خطی صاحب

رات کمرے میں زیست جتنی تھی
جاگ کر ہی گزار دی صاحب

کر رہا ہوں میں حمد میں شامل
جتنی آنکھوں میں ہے نمی صاحب

جو بھی موسم سخن کا آیا ہے
حمد کی میں نے شال لی صاحب

سرِ تسلیم خم ہی رکھنا ہے
بات پلّے سے باندھ لی صاحب

کیا نکما ہوں گٹھڑی شکووں کی
سرِ بازار کھول دی صاحب

میرا سائیں میرا صاحب

''سائیں''اور صاحب روایتی حمدیہ مجموعے نہیں ہیں۔

یہ خدا کے حضور نیا گیت ہے۔

جو انسان اور خدا کو ایک دوسرے کے نزدیک لانے کی غرض سے لکھا گیا ہے۔

حمد مکمل عقیدت ہے......

محبت میں گندھی ہوئی عقیدت......

اور شکوہ کے بغیر محبت ناممکن......

شکوے ہوں گے ہزار صاحب سے
ہو گیا ہم کو پیار صاحب سے

یہی میری حمد ہے

مگر یہ شکوے نہایت معصومیت اور بھولپن میں کیے گئے ہیں۔جن کے اندر شدتِ احساس بھی ہے اور مکمل درد بھی۔جیسے کوئی بچہ ماں کی گود میں سر رکھ کے اپنے دل کی ہر بات کہتا جا رہا ہو اور اس دوران کبھی اُس کی آنکھیں اشکوں سے بھر جائیں اور کبھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جائے۔

خدا، انسان اور کائنات کے تعلق میں روزِ ازل سے اُلجھنیں ہیں جو انسانی ذہن میں زمانہ قدیم سے سوالات کو جنم دیتی آئی ہیں۔میری حمد سوال بھی ہے اور جواب بھی۔''سائیں''اور ''صاحب''کے نام اپنے ظاہر میں الگ حیثیت اور باطن میں گہری معنویت رکھتے ہیں۔

سرسری انداز میں ان کا مطالعہ شدید غفلت ہوگا۔

''سائیں''کون ہے؟

کوئی جاگیر دار، کوئی زمیندار، کوئی وڈیرہ؟

انسان کون ہے؟

کوئی ہاری، کوئی کاشت کار، کوئی مزارع؟

جو ننگے پاؤں سائیں کے سامنے اونچی اونچی دیواروں والے ڈیرے میں ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔اس کا دل خوف سے دھک دھک کر رہا ہے۔اس کے پرانے کپڑوں پر زمانوں کی گرد جمی ہے اور غبار آلود چہرے پہ پھٹی پھٹی آنکھوں میں وحشت کے ساتھ ظلم و جبر کی داستانیں رقم ہیں۔مگر پھر بھی وہ ''سائیں'' کے ہاتھ چومنے کو ترستا ہے۔کسی ناجائز مقدمے میں اس کی خاطر جیل جا سکتا ہے۔کسی نئی زمین پر قبضے کی خاطر اپنی جان دے سکتا ہے۔کیا وہ پیدائشی طور پر ''سائیں'' کے رحم و کرم پر ہے جیسے اس کے بزرگ اور ان کے بزرگ تھے اور اب اس کے بچے پھر ان کے بچے ہوں گے۔

یہ سلسلہ کب تک چلے گا؟

کیا میرا ''سائیں'' بھی ایسا ہے؟

''صاحب'' کون ہے؟

کسی عالی شان دفتر میں بڑی سی کرسی پر بیٹھا انتہائی بارعب اور مکمل بااختیار افسر جو یک جنبشِ قلم تمام فیصلے کرنے پر قادر ہے؟

انسان کون ہے؟

کوئی ملازم، کوئی سائل کوئی بے روزگار نوجوان؟

جو ڈرا ڈرا سہما سہما اُمید بھری نظروں سے ہر وقت ''صاحب'' کو دیکھتا ہے جس کی زندگی کا مقصد جی حضوری ہے۔ذرا سی لغزش بڑی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔اُس کی خوش قسمتی اور بد قسمتی کا دارومدار ''صاحب'' کی مرضی پر ہے۔

کیا میرا ''صاحب'' بھی ایسا ہے؟

نہیں نہیں میرا سائیں تو بڑا رحیم بڑا کریم، بڑا مہربان اور درگزر کرنے والا ہے۔

میرا صاحب تو بڑا ذی شان بڑے مرتبے والا اور عظیم ہے

سبھی خامیاں کوتاہیاں میری طرف سے ہیں میں جب بھی اُسے پکارتا ہوں وہ میری آواز سنتا ہے۔''سائیں''اور''صاحب'' کی شاعری اُس سے ملاقات کا بہانہ ہے۔

انتساب

اپنے بڑے بھائی

حاجی غلام محی الدین عباسی

کے

نام

اس دعا کے ساتھ کہ میرا صاحب

انھیں شفا عطا فرمائے۔آمین